ڈاکٹر محمد ارشد اویسی: ایک سوانحی و فکری جائزہ

Dr. Muhammad Arshad Ovaisi: A Biographical and Intellectual Study

DOI: https://doi.org/**10.54692/**nooretahqeeq.**2025.09022351**

وسیم ارشد

Waseem Arshad
Lecturer (Urdu) Lahore Garrison University, Lahore
MPhil Urdu, Lahore Leads University, Lahore

حافظ غلام مرتضیٰ

Hafiz Ghulam Murtaza
Lecturer, Department of Urdu
Lahore Leads University, Lahore

ڈاکٹر محمد عطاء اللہ

Dr Muhammad Ata Ullah
Head of Urdu Department
Lahore Leads University, Lahore

Abstract:

This research article presents a comprehensive biographical and intellectual study of Dr. Muhammad Arshad Ovaisi, a distinguished figure in contemporary Urdu scholarship. It explores the various dimensions of his life including his spiritual lineage, educational journey, academic contributions, literary services, and socio-cultural engagements. The study situates Dr. Ovaisi not only as a prolific educator, researcher, and editor but also as a spiritual and humble personality whose life bridges traditional values with modern academic excellence. Through critical analysis, the article highlights his unique role in the promotion of Urdu literature and research, emphasizing his influence as a mentor, leader, and reformer. This biographical inquiry not only contributes to the genre of literary biography in Urdu but also foregrounds the integration of personal virtue and intellectual rigor in shaping enduring scholarly legacies.

Keywords: Urdu Biography, Literary Criticism, Educational Leadership, Spiritual Tradition, Academic Contributions, Personality Study

عہدِ حاضر کے ان گنے چنے علمی و ادبی شخصیات میں جنھوں نے تدریس، تحقیق، تنقید اور ادب میں یکساں خدمات انجام دے کر اپنی شناخت قائم کی، اُن میں ڈاکٹر محمد ارشد اویسی کا نام نہایت نمایاں اور قابلِ فخر ہے۔ وہ استاد، ادیب، محقق، نقاد اور مدیر کی حیثیت سے ایک ہمہ جہت اور جامع شخصیت کے حامل ہیں، جنھیں کسی تعارف کی حاجت نہیں۔ اُن کی علمی و ادبی خدمات کا دائرہ نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا بھر کے ادبی حلقوں تک پھیلا ہوا ہے۔

ڈاکٹر ارشد اویسی نے اردو ادب میں اپنی تخلیقی، تنقیدی اور تحقیقی کاوشوں سے ایک منفرد مقام حاصل کیا ہے۔ اُن کا ادبی سفر کئی دہائیوں پر محیط ہے، جس میں انھوں نے مختلف اصنافِ ادب ــــ نثر، تنقید، مضمون نگاری اور ترجمہ ــــ میں گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ وہ محض کسی ایک صنف یا موضوع تک محدود نہیں رہے بلکہ اُن کا قلم ہر اُس پہلو کو چھوتا ہے جو اردو ادب کو فکر و آگہی کی نئی جہات عطا کرتا ہے۔ ایک اور امتیازی پہلو یہ ہے کہ وہ محض زبان و بیان کے ماہر نہیں بلکہ متعدد زبانوں پر عبور رکھتے ہیں، جس سے ان کے تحقیقی تناظر میں وسعت اور فکری تنوع پیدا ہوتا ہے۔ انھوں نے کبھی شہرت یا وقتی تعریف کو مقصد نہیں بنایا، بلکہ علمی وقار اور اخلاص کو اپنی شناخت بنایا ہے۔

ڈاکٹر محمد ارشد اویسی ۲۲ فروری ۱۹۵۷ء کو آستانہ عالیہ اویسیہ، چینڈ پور شریف میں پیدا ہوئے۔ اُن کے والد گرامی، خواجہ محبوب الحسن اویسیؒ، ایک ولی کامل، صاحبِ سیرت، صاحبِ بصیرت اور روحانی شخصیت تھے، جنھوں نے اپنی حیاتِ مبارکہ مخلوقِ خدا کی خدمت، اصلاحِ احوال اور روحانی فیضان کے فروغ کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ ان کی والدہ محترمہ، زبیدہ بیگم، ایک نہایت باوقار، صابرہ و شاکرہ اور ایثار پسند خاتون تھیں، جنھوں نے اپنی اولاد کی تربیت میں روحانی تطہیر اور عملی اخلاقیات کو محور بنایا۔

ڈاکٹر اویسی کا آبائی تعلق ضلع ننکانہ صاحب، پنجاب کی معروف یونین کونسل چینڈ پو شریف سے ہے، جو روحانیت، تصوف اور علم کا ایک معتبر مرکز رہا ہے۔ ان کا سلسلۂ نسب ایک برگزیدہ اور نیک طینت خانوادے سے جاملتا ہے جو تقویٰ، زہد، علم اور سلوک میں ممتاز رہا ہے۔ آپ کا شجرۂ نسب یوں ہے:

> "محمد ارشد بن محبوب الحسن، بن شیر محمد، بن خواجہ خواج بخش، بن فتح دین، بن محمد باقر، بن مقصود احمد، بن محمد اسحاق، بن محمد عبد اللہ۔ یہ سلسلہ نسب براہِ راست حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ سے جاملتا ہے، جو صحابہ کرام میں اپنی زہد وورع، فقر، اور عشقِ رسولؐ کے حوالے سے نہایت بلند مقام رکھتے ہیں۔"(۱)

جیسا کہ اُن کے نام و نسب سے بخوبی واضح ہے، آپ کا تعلق ایک ایسے خانوادۂ عالی نسب سے ہے، جو نیک طینتی، زہد و تقویٰ، عبادت و ریاضت اور خدمتِ خلق جیسے اوصاف میں ممتاز رہا ہے۔ ان کے اسلاف کا طرزِ حیات، سادگی، روحانیت، اور وعظ و نصیحت پر مبنی تھا۔ یہی اوصاف ان کے والد محترم، خواجہ محبوب الحسن اویسیؒ میں بدرجہ اتم موجود تھے، جو سلوک، سخاوت، عجز و انکسار اور باطن کی طہارت کے پیکر تھے۔ والدہ محترمہ بھی قناعت، ایثار اور اخلاقی تربیت کی عملی مثال تھیں، جنھوں نے خانگی ماحول کو روحانی اقدار سے منور رکھا۔

والدین کی نیک سیرت اور صالح مزاجی کے ساتھ ساتھ دادا محترم حضرت خواجہ شیر محمدؒ کی تربیت نے ڈاکٹر اویسی کی شخصیت سازی میں دو آتشہ کا کردار ادا کیا۔ حضرت خواجہ شیر محمد نہ صرف خدمتِ دین کے علمبردار تھے بلکہ مخلوقِ خدا کی فلاح و بہبود کا جذبہ بھی ان کی زندگی کا محور تھا۔ اُن کے کلام میں ایک خاص سوز اور شیرینی تھی جو سامع کے دل میں اتر جاتی، اور اُن کی مجالس روحانی تاثیر سے لبریز ہوتیں۔ علما، جویندگانِ علم، حاجت مند اور عقیدت مند ہر وقت ان کے گرد جمع رہتے، اور جو کوئی بھی ان کی مجلس میں حاضر ہوتا، فیض یاب ہوئے بغیر نہ لوٹتا۔(۲) ڈاکٹر اویسی کی علمی، فکری اور روحانی بالیدگی دراصل انھی صالح نسبتوں، خاندانی تربیت اور روحانی فضا کا مظہر ہے، جس نے ان کی ذات کو ایک باوقار اور ہمہ گیر شخصیت میں ڈھال دیا۔

ڈاکٹر محمد ارشد اویسی کی ابتدائی شخصیت سازی میں ان کے دادا محترم کی تربیت، محبت اور شفقت نے نہایت اہم اور ہمہ گیر کردار ادا کیا۔ وہ بچپن ہی سے دادا جان کی صحبت میں رہے، اور اکثر اُن کے ساتھ گھڑ سواری جیسی صحت بخش سرگرمیوں میں مشغول رہتے۔ یہ محض جسمانی تربیت نہ تھی بلکہ ان لمحات میں ان کی روحانی و اخلاقی آبیاری بھی کی جاتی تھی۔ ان کے دادا، حضرت خواجہ شیر محمدؒ، ایک صاحبِ حال شخصیت تھے، جن سے ڈاکٹر اویسی نے ۱۹۷۱ء میں اُن کے وصال تک مسلسل اکتسابِ فیض کیا۔ انھوں نے اپنے دادا اور والد کو عوام کی خدمت، فلاحِ انسانیت اور اصلاحِ معاشرہ کے لیے سرگرمِ عمل دیکھا، اور یہی اوصاف اُن کی اپنی عملی زندگی کا حصہ بن گئے۔

ڈاکٹر اویسی کی شخصیت کے نکھار اور فکری استواری میں ان کے والد محترم، حضرت خواجہ محبوب الحسن اویسیؒ، کا کردار بھی غیر معمولی حیثیت رکھتا ہے۔ وہ نہایت نفیس دل، متوازن مزاج، اور موقع کی مناسبت سے حکمت بھری گفتگو کرنے والی شخصیت کے حامل تھے۔ اُن کی گفتگو علم و دانائی سے بھرپور ہوتی، جو سننے والوں کے دلوں پر اثر کرتی۔ ان کی روحانی ولایت کا سلسلہ اُن کے والد حضرت خواجہ شیر محمدؒ اور دادا مولانا خواجہ بخش اویسیؒ

کے ذریعے آگے بڑھتے ہوئے حضرت خواجہ نور الحسن تک پہنچتا ہے، جو سلسلۂ اویسیہ کے معروف روحانی پیشوا تھے۔ حضرت خواجہ محبوب الحسن اویسیؒ کا طرزِ حیات سراسر ایثار، خدمت اور فیاضی سے عبارت تھا۔ وہ اپنے مریدین کی مالی معاونت کرتے، بیواؤں اور یتیموں کے لیے وظائف مقرر کرتے اور ہر ضرورت مند کے لیے آسانی کا باعث بنتے۔ اُن کا وصال ۲۷ جنوری ۲۰۱۳ء بمطابق ۱۴ ربیع الاول ۱۴۳۴ھ بروز اتوار، لاہور میں ہوا۔ اللہ رب العزت انھیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آج بھی اپنے والد کے ذکر کو انتہائی ادب، محبت اور عقیدت سے بیان کرتے ہیں، اور فرماتے ہیں:

"میرے والد نہایت مہربان، مشفق اور درد مند دل کے مالک تھے، جن کی شفقت آمیز شخصیت میری زندگی کا سرمایہ ہے۔" (۳)

والد محترم کی دارِ فانی سے رخصتی کے بعد آپ ان کے کاموں کو بڑی ذمہ داری سے نبھا رہے ہیں۔ والد محترم کے مریدین کے ساتھ بہت پیار و عاجزی سے پیش آتے ہیں۔ اپنی تدریسی مصروفیات کے باوجود چینڈ پور شریف میں والد محترم کے عقیدت مندوں کی خوشی و غمی میں شریک ہونے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔

آپ کی والدہ ماجدہ زبیدہ بیگم کی مدبرانہ اور مشفقانہ شخصیت نے آپ کی کردار سازی میں بہت اہم کردار کیا۔ آپ والدہ کے بہت قریب تھے۔ پہلوٹھی کی اولاد ہونے کی وجہ سے والدہ محترمہ بھی آپ کو بے حد عزیز رکھتی تھیں۔ والد محترم کی وفات کے کچھ عرصہ بعد ان کی تنہائی کے خیال سے آپ انھیں اپنے ساتھ لاہور لے آئے۔ جب بھی فراغت میسر آتی، والدہ کے ساتھ وقت گزارنے کی کوشش کرتے۔ ان کی خدمت میں مشغول رہتے۔ جب بھی کوئی مشکل پیش آتی، آپ والدہ کے حضور پیش ہو کر ان دعا کی درخواست کرتے۔ والدہ محترمہ کی دعاوں سے آپ نہایت خوش اسلوبی سے ہر منزل سے گزرتے رہے۔ آپ اپنی والدہ کو "آپا جی" کے نام سے مخاطب کرتے تھے۔

ڈاکٹر صاحب اپنی والدہ سے بے حد محبت کرتے ہیں۔ والدہ کے ذکر پر آپ کی آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں۔ آج جس مقام اور مرتبے پر کھڑے ہیں وہ سب ان کی والدہ ماجدہ کی دعاؤں اور تربیت کا صلہ ہے۔ انٹرویو کے دوران اپنی والدہ کی نصیحت کا ذکر کیا جو وہ ہمیشہ کیا کرتی تھیں:

"وہ مذہبی اور اخلاقی تعلیم پر زور دیتی ہیں۔ حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کی ہمیشہ تلقین فرمائی۔" (۴)

قرآنِ حکیم اور احادیثِ نبوی ﷺ میں بارہا اس امر پر زور دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے بعد سب سے افضل عمل خلقِ خدا کے ساتھ حسنِ سلوک، عدل و انصاف، اور حقوق العباد کی ادائیگی ہے۔ دینِ اسلام میں عبادات کے ساتھ ساتھ انسانوں سے حسنِ سلوک کو معیارِ فضیلت قرار دیا گیا ہے۔ آپ کی والدہ محترمہ اس ضابطۂ الٰہی کی عملی تصویر تھیں، جو نہ صرف خود حقوق العباد کی پابند تھیں بلکہ اپنے صاحبزادے کو بھی ہمیشہ تلقین فرماتیں کہ مخلوقِ خدا کے ساتھ حسنِ اخلاق اور عدل و انصاف کے ساتھ پیش آنا اصل دین ہے۔

ڈاکٹر ارشد اویسی کے تعلیمی سفر کا آغاز ان کے دادا محترم کی آغوشِ تربیت سے ہوا۔ رسمی تعلیم سے قبل ہی انھوں نے فارسی کا قاعدہ مکمل حفظ کر لیا تھا، جو اُس زمانے میں علمی و دینی روایت کا حصہ سمجھا جاتا تھا۔ ابتدائی اسکولی تعلیم انھی ں والد محترم اور چچا، ماسٹر عبدالمالک، سے حاصل ہوئی، جو اُس وقت اپنے علاقے میں تدریسی خدمات سر انجام دے رہے تھے۔

اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے انھوں نے لاہور کا رخ کیا۔ ۱۹۷۳ء میں میٹرک اور ۱۹۷۶ء میں ایف اے (F.A) لاہور بورڈ سے کامیابی کے ساتھ مکمل کی۔ ۱۹۷۸ء میں بی اے (B.A) پنجاب یونیورسٹی سے حاصل کیا۔ بعد ازاں انھوں نے ۱۹۸۲ء میں ایل ایل بی (L.L.B) کی ڈگری مکمل کی، اور ۱۹۸۷ء میں پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے اُردو (M.A Urdu) کا امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کیا۔

ڈاکٹر اویسی نے ۲۰۰۳ء میں پنجاب یونیورسٹی کے معروف ادارے، اورینٹل کالج، کے زیرِ اہتمام پی ایچ ڈی (Ph.D) کی ڈگری مکمل کی۔ اُن کا تحقیقی مقالہ بعنوان "اردو کی ترویج میں پنجاب اسمبلی کا کردار" تھا، جو اُس وقت کے اہم علمی موضوعات میں سے ایک تھا۔ یہ مقالہ پروفیسر عبید اللہ خان کی نگرانی میں تحریر کیا گیا۔ اپنے موضوع، تحقیق کے اسلوب، اور تنقیدی بصیرت کی بنا پر یہ مقالہ اس دور کے بہترین علمی کارناموں میں شمار کیا جاتا ہے، جس نے نہ صرف نئی تحقیق کے در وا کیے بلکہ سیاست اور ادب جیسے مختلف النوع میدانوں کو ایک فکری رشتے میں جوڑنے کی کامیاب کوشش کی۔ یہ تحقیقی کام آنے والے محققین کے لیے ایک رہنما نمونہ بن گیا اور آج بھی اردو تحقیق کی دنیا میں اس کی اہمیت مسلمہ ہے۔

کسی بھی مرد کی کامیابی کے پس منظر میں اکثر ایک باوقار، فہمیدہ اور مخلص شریکِ حیات کا کردار پوشیدہ ہوتا ہے۔ آپ کی علمی، تدریسی اور تحقیقی کامیابیوں کے پس پردہ اُن کی شریکِ سفر، محترمہ شہناز کوثر، کا کردار نہایت کلیدی اور لائقِ تحسین ہے۔ گھریلو زندگی کا سکون، تعاون اور ہم آہنگی ہی وہ بنیادی عوامل ہوتے ہیں جو ایک

فرد کو نہ صرف ذہنی آسودگی عطا کرتے ہیں بلکہ اس کی خوداعتمادی، فیصلہ سازی، اور پیشہ ورانہ کامیابیوں کو بھی مہمیز دیتے ہیں۔

محترمہ شہناز کوثر نے اپنے شوہر کی ہر مرحلے پر نہ صرف عملی حمایت کی بلکہ اُن کے علمی مشن میں باوقار انداز سے شریک رہیں۔ گھر کا پرامن اور محبت بھرا ماحول ہمیشہ ڈاکٹر اویسی کی فکری اور تخلیقی سرگرمیوں کے لیے ایک مضبوط پشت پناہی ثابت ہوا۔ وہ اس بات پر ہمیشہ فخر محسوس کرتے ہیں کہ اُن کی شریکِ حیات نے انھی ں زندگی کے ہر نشیب و فراز میں مضبوطی سے سنبھالا، اور اُن کے بچوں کی تعلیم و تربیت کو بھی بڑی ذمہ داری اور محبت کے ساتھ نبھایا۔

ڈاکٹر محمد ارشد اویسی کو اللہ تعالیٰ نے چار اولادوں سے نوازا، جن میں تین بیٹے اور ایک بیٹی شامل ہیں۔ انھوں نے اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت میں کوئی کسر نہ چھوڑی، اور انھی ں دینی و دنیاوی دونوں اعتبار سے ایک کامیاب، بااخلاق اور ذمے دار شہری بنانے کی کوشش کی۔ اپنے انٹرویو میں انھوں نے اپنی اولاد کے نام فخر سے یوں بیان کیے:

> "بڑے بیٹے کا نام حافظ حارث اویس ہے، جو دینی تعلیم کے ساتھ عصری علوم میں بھی پیش پیش ہے۔ دوسرے بیٹے کا نام حمزہ اویس ہے، جب کہ تیسرے بیٹے کا نام حسنین اویس ہے، جو اعلیٰ تعلیم کے مراحل طے کر رہا ہے۔ اُن کی بیٹی کا نام عمارہ ارشد ہے، جو علمی اور اخلاقی اوصاف میں اپنے والدین کی تربیت کی مظہر ہے۔"(۵)

ڈاکٹر محمد ارشد اویسی کی ازواجی زندگی بہت پُر سکون اور قناعت سے بھرپور رہی ہے۔ ان کے بچوں کی بہترین تعلیم و تربیت کی۔ تمام بچے اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد معاشرے کے لیے ایک مفید شہری بن کر اپنی ذمہ داریاں احسن طریقے سے ادا کر رہے ہیں۔ انھوں نے اپنے بچوں میں علمی لگن بھی پروان چڑھائی ہے۔ آپ نے اپنے عملی و پیشہ ورانہ سفر کا آغاز ۱۹۸۱ء میں پنجاب اسمبلی میں بطور مترجم کیا، جہاں ان کی ذمہ داری نہ صرف زبان کی فنی نزاکتوں کو سنبھالنا تھی بلکہ پارلیمانی و قانونی اصطلاحات کی باریکیوں کو بھی سمجھنا اور منتقل کرنا تھا۔ یہ مرحلہ اُن کی عملی زندگی کا پہلا سنگِ میل تھا، جس میں انھوں نے پیشہ ورانہ دیانت، علمی بصیرت اور فکری توازن کے ساتھ اپنی خدمات انجام دیں۔ اس دوران، وہ محض ملازمت تک محدود نہ رہے بلکہ ذاتی ترقی، علمی جستجو اور تعلیمی سفر کو مسلسل جاری رکھا، جو اُن کی فکری بالیدگی اور تعلیمی شعور کا مظہر ہے۔

ان کی علمی و تدریسی صلاحیتوں کو باضابطہ جامعہ کے میدان میں اظہار کا موقع اس وقت ملا جب ۱۹ جنوری ۲۰۰۶ء کو وہ گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد کے شعبۂ اُردو میں بطور اسسٹنٹ پروفیسر شامل ہوئے۔ یہ مرحلہ اُن کی تدریسی زندگی کا باقاعدہ آغاز تھا، جہاں انھوں نے درس و تدریس کے ساتھ ساتھ تحقیق، تربیت، اور نصابی ترقی جیسے مختلف علمی پہلوؤں پر بھرپور توجہ دی۔ گیارہ سال کے اس عرصے میں انھوں نے سینکڑوں طلبہ وطالبات کی فکری رہنمائی کی، تحقیقی منصوبوں کی نگرانی کی، علمی نشستوں میں کلیدی کردار ادا کیا اور خود بھی کئی اہم موضوعات پر علمی مضامین تحریر کیے۔ ۲۴ فروری ۲۰۱۷ء کو وہ اس منصب سے باعزت سبکدوش ہوئے، مگر علمی و فکری خدمات کا یہ سفر رُکا نہیں بلکہ ایک نئی شان کے ساتھ آگے بڑھا۔

مئی ۲۰۲۴ء میں انھوں نے لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور کے شعبۂ اُردو میں بطور پروفیسر اور سربراہِ شعبہ ذمہ داریاں سنبھالیں۔ اس حیثیت میں انھوں نے شعبے کے انتظامی اُمور، تدریسی معیار، تحقیقی منصوبہ بندی اور طلبہ کی تربیت کو نئی سمت عطا کی۔ ان کی قیادت میں نہ صرف تدریسی ماحول میں بہتری آئی بلکہ طلبہ میں ادب سے لگاؤ، تنقیدی شعور اور تحقیقی ذوق بھی پروان چڑھا۔ ۱۴ فروری ۲۰۲۵ء کو انھوں نے یہ منصب بھی مکمل وقار اور کامیابی کے ساتھ مکمل کیا۔

ڈاکٹر اویسی کی پہچان صرف ایک استاد یا منتظم کی حیثیت سے نہیں بلکہ وہ اردو زبان و ادب کے ایک مخلص خادم، بلند پایہ محقق، اور باکمال ادیب کی حیثیت سے بھی جانے جاتے ہیں۔ انھوں نے ہمیشہ قلم سے رشتہ جوڑے رکھا، اور اپنی تخلیقی اور تحقیقی صلاحیتوں کو اُردو ادب کی خدمت کے لیے وقف کیے رکھا۔ ان کی تحریریں نہ صرف علمی گہرائی کی حامل ہیں بلکہ فکری اعتبار سے نئی جہتوں کی غماز بھی۔ اُن کا یہ علمی و ادبی سفر تادمِ تحریر پوری توانائی سے جاری ہے، اور اہلِ علم و ادب کے لیے مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ ڈاکٹر رابعہ سرفراز لکھتی ہیں:

> "اپنے تقرر سے اپنی ریٹائرمنٹ ۲۰۱۷ء تک ناصرف بطور استاد بلکہ بطور ایڈمنسٹریٹر بھی نہایت فعال رہے۔ نظام الاوقات میں اساتذہ کو سہولت دینے کی بات ہو یا سیمینارز اور علمی و ادبی پروگراموں کے انعقاد کے معاملات۔ ڈاکٹر محمد ارشد اویسی نے تمام فرائض سنجیدگی اور دیانت داری سے انجام دیے۔" **(۶)**

ڈاکٹر محمد ارشد اویسی اس یونیورسٹی کے سہ ماہی تحقیقی و تنقیدی جریدے "نورِ تحقیق" کے مدیر کی حیثیت سے اپنی ذمہ داریاں سرانجام دے رہے ہیں اور اس جریدے کے لیے متعدد مضامین لکھ چکے ہیں۔ یہ مضامین

طلباء کے لیے نئی راہیں متعارف کروانے میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ جن سے طلباء میں تحقیقی شوق پیدا ہو رہا ہے۔ علاوہ ازیں لاہور گیریژن یونیورسٹی میں دس (۱۰) قومی و بین الاقوامی کانفرنسز اور متعدد سیمنیار منعقد کروا چکے ہیں جن کو ادبی میدان میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جا رہا ہے۔

شخصیت عکس انسانی کا نام ہے۔ کسی بھی شخص کے دو پہلو ہوتے ہیں۔ ظاہر و باطن۔ ظاہری شخصیت کے تحت فرد کے جسم، خدوخال، شکل و صورت، ناک و نقشہ لباس وغیرہ کے متعلق گفتگو کی جاتی ہے جب کہ شخصیت کا باطنی پہلو فرد کے کردار اور سیرت کا پتہ دیتا ہے۔ کسی شخص کی عادات و اطوار اور اس کا کردار، برتاؤ اور رویہ اس کی شخصیت بناتے ہیں۔ وہ صفت جو کسی ایک شخص کو دوسرے سے مختلف اور نمایاں کرتی ہے، اس کی شخصیت کے بنیادی اجزا ہیں۔ شخصیت کی تعمیر میں کسی انسان کے مزاج، سوچ، عادات اور افعال۔ کے ساتھ ساتھ انداز فکر کو اہمیت حاصل ہے۔ ان کے علاوہ شخصیت کی تشکیل میں مخصوص معاشرتی حالات، خاندانی اور گھریلو ماحول کے ساتھ واقعات زندگی کا بھی دخل ہوتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب ہمہ جہت شخصیت کے مالک ہیں بطور معلم وہ اعلیٰ اور ارفع مقام رکھتے ہیں۔ عام طور پر ظاہری شکل و صورت اور قد و قامت کو انسان کی شخصیت سمجھا جاتا ہے، لیکن در حقیقت انسان کے اخلاق و کردار سے اس کی شخصیت اُجاگر ہوتی ہے۔ کوئی بھی انسان تنہا زندگی بسر نہیں کر سکتا۔ انسان کو معاشرتی حیوان اسی لیے کہا جاتا ہے کہ وہ زندگی میں بہت سے افراد سے جڑا ہوتا ہے۔ ہر انسان کا اپنا ایک الگ معاشرہ ہوتا ہے' جو اس کے اہل و عیال اور احباب سے تشکیل پاتا ہے۔ دوستوں اور قریبی رفقائے کار انسان کی شخصیت پر گہرا اثر چھوڑتے ہیں اور یہ فطری عمل ہے کہ ساتھ رہنے والے اور روزمرہ کے معاملات میں ملنے ملانے والے ہی کسی کی شخصیت پر بہتر انداز میں روشنی ڈال سکتے ہیں۔ یہاں محمد ارشد اویسی کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لیے ان کی اولاد، بھائیوں، دوستوں اور اہلیہ کے انٹرویوز کیے گئے تا کہ آپ کی شخصیت پر تفصیلی روشنی ڈالنے میں مدد مل سکے۔ انسان کا بچپن اس کی شخصیت کی تعمیر میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ بچپن کا دور اور عادات و اطوار اکثر مستقبل کی نشاندہی کرتی ہیں۔ اسی حوالے سے مختلف ادبی شخصیات اور اُن کے عزیز و اقارب کے انٹرویوز اور مضامین سے ان کی ظاہری و باطنی صفات کو سامنے لانے کی کوشش کی گئی ہے۔ جو یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ کس قدر دردمند دل رکھنے والے انسان ہیں۔

ڈاکٹر محمد ارشد اویسی کی شخصیت میں نمایاں پہلو دوسروں کے کام آنا ہے۔ وہ اپنے علاقے کے فلاحی و سماجی کاموں میں صفِ اوّل رہتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ طالب علم جو اُردو ادب کی فکری و فنی جہات سے دل

چسپی رکھتے ہیں ان کی اصلاح کر سکیں۔ وہ ٹیلی فونک پیغامات کے ذریعے بھی سیکھنے والوں کو اُردو کے الفاظ کا درست تلفظ اعراب کے ساتھ سمجھا دیتے ہیں۔ وہ صبح و شام احباب، مریدین اور طلبہ کے پیغامات کو سنجیدگی سے سنتے اور بروقت جواب دیتے ہیں اور کسی سے وقت کی قید کا تقاضا نہیں کرتے۔ ڈاکٹر ارشد اویسی کی مذہبی خدمات بھی ان کی شخصیت کے ایک اہم پہلو ہیں۔ وہ نہ صرف ایک ماہر تعلیمی شخصیت ہیں بلکہ اسلامی احکام اور دینی تعلیمات میں بھی گہری بصیرت رکھتے ہیں۔ ان کی یہ خدمات مریدین و طلباء کے لیے ایک رہنمائی کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان کی علمی اور مذہبی سوچ نے انھیں لوگوں کے دلوں میں عزت اور محبت کی جگہ دلائی ہے۔ ڈاکٹر ارشد اویسی کی علمی اور ادبی خدمات نے انھیں مختلف علمی اداروں اور ادبی حلقوں میں ایک خاص مقام دلایا ہے۔ ان کے کاوشوں کو نہ صرف اپنی مملکت میں بلکہ عالمی دنیا میں تسلیم کیا گیا ہے اور ان کی کتابوں، مضامین اور تقریروں کو بہت سراہا گیا ہے۔ ان کی ادبی نگارشات اور تخلیقات ہمیشہ محافلِ ادب میں موضوعِ بحث رہی ہیں۔ آپ نے مختلف موضوعات پر کئی اہم کتب اور مقالات لکھے ہیں، جنھوں نے علمی حلقوں میں خاص پذیرائی حاصل کی ہے۔ ان کی تحریریں نہ صرف تعلیمی اور مذہبی مسائل پر روشنی ڈالتی ہیں بلکہ سماجی اور معاشی مسائل پر بھی گہرائی سے تجزیہ پیش کرتی ہیں۔

ڈاکٹر محمد ارشد اویسی اصلاحی کاموں میں ہمیشہ پیش پیش رہتے ہیں۔ آپ فلاحی کاموں میں ثقافتی و سماجی تنظیم "الفجر"، تحریک اصلاح معاشرہ، آل پاکستان فیڈریشن سے منسلک ہیں۔ آپ کے فلاحی کام تواتر سے جاری ہیں۔ جس سے خاص و عام مستفید ہو رہے ہیں۔ آپ کی کوششوں کی وجہ سے شعبہ اُردو میں "بک بنک" کا قیام عمل میں لایا گیا۔ آپ اپنے بزرگوار کے سلسلۂ اویسیہ کے روحانی مشن کو آج بھی خلوص اور استقلال سے جاری رکھے ہوئے ہیں۔ دربار عالیہ پر اکثر تقریبات میں آپ کی شرکت بنفسی ہوتی ہے اور ہر آنے والے عقیدت مند کے لیے آپ دعاگو رہتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب درویش صفت انسان ہیں۔ عاجزی اور انکساری ان کی طبیعت کا حصہ ہیں۔ خودداری اور بغیر لگی لپٹی کے بات کہنے کے عادی ہیں۔ سادہ خوراک بڑی رغبت سے نوش کرتے ہیں اور اکثر ان کی کوشش ہوتی ہے کہ کھانے میں دوسروں کو بھی شریک کریں۔ دفتری اوقات میں کوئی آپ سے ملنے کے لیے تشریف لائے تو اس کو اکثر اوقات اپنا کھانا کھلا دیتے ہیں۔ نہ صرف طعام بلکہ کلام بھی دوسروں کے سپرد کرتے رہتے ہیں۔ آپ خیر تقسیم کرنے میں ہمیشہ کوشاں رہتے ہیں۔ گھریلو امور ہوں یا دفتری معاملات، ہر کام کو احتیاط اور ذمہ داری سے انجام دینے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ شعبے کے علمی اور ادبی معاملات احسن طریقے سے ادا کرنے ساتھ طلبہ

و طالبات اور رفقائے کار کے ساتھ خصوصی شفقت اور حسن سلوک ڈاکٹر صاحب کی شخصیت کا نمایاں پہلو ہے۔ آپ کا مقولہ ہے کہ لوگوں کے لیے آسانیاں پیدا کرو اور انھیں اپنے ساتھ لے کر چلو۔

ڈاکٹر محمد ارشد اویسی علم، تہذیب، روحانیت اور خدمت کے وہ روشن مینار ہیں جن کی روشنی صرف ان کے شاگردوں، مریدین اور علمی حلقوں تک محدود نہیں بلکہ معاشرے کی فکری فضا کو بھی منور کرتی ہے۔ ان کی شخصیت میں ایک استاد کی متانت، ایک محقق کی ژرف نگاہی، ایک صوفی کی انکساری اور ایک رہنما کی بصیرت یکجا ہو گئی ہے۔ وہ جہاں درس و تدریس میں اخلاص کے پیکر ہیں، وہیں روحانی معاملات میں بھی اخوت، شفقت اور اصلاحِ احوال کے امین ہیں۔ اُن کی زندگی ایک ہمہ جہت علمی روایت، اخلاقی تربیت، اور فکری خودداری کی آئینہ دار ہے۔ آنے والی نسلوں کے لیے وہ ایک ایسا کردار ہیں جن سے نہ صرف علم حاصل کیا جا سکتا ہے بلکہ زندگی گزارنے کا سلیقہ بھی سیکھا جا سکتا ہے۔ بلاشبہ، آپ کا علمی و روحانی سفر اردو ادب اور انسانی معاشرے کے لیے ایک مستقل سرمایہ اور مشعلِ راہ ہے۔

حوالہ جات

۱۔ محمد عارف رضا، علماء تارکان کی فقہی خدمات اور معاصر مصنفات کا تقابلی جائزہ، (مقالہ) دی یونیورسٹی آف فیصل آباد، ۲۰۲۳ء، ص ۶۷

۲۔ ایضاً، ص: ۵۴

۳۔ ڈاکٹر محمد ارشد اویسی، انٹرویو، ۲۵، جون، ۲۰۲۴ء، بذریعہ ٹیلی فون

۴۔ ایضاً

۵۔ ایضاً

۶۔ رابعہ سرفراز، ڈاکٹر، باغ و بہار شخصیت، ہم سب، ستمبر ۲۰۲۲ء